وجے

پروفیسر مبین نذیر

ایم۔ایس۔جی۔کالج، مالیگاؤں کیمپ، ضلع ناسک (مہاراشٹر)، موبائل: 8983152574

وجے کمار سنگھ ایک پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا، لیکن بے روزگار نوجوان تھا۔ تعلیم مکمل کر لینے کے بعد کئی برس سے سرکاری ملازمت کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا تھا، مگر ملازمت تھی کہ بے وفا محبوبہ کی طرح امید کی جھلک دکھا کر، ہجر اور کرب کا درد بڑھا کر ہاتھ سے نکل جایا کرتی تھی۔ کئی نجی اداروں میں ملازمت کی، لیکن اپنے خودمختار مزاج کی وجہ سے کہیں بھی چند مہینوں سے زیادہ نہیں رہ سکا۔ وقت گزرتا رہا۔ اسی دوران میونسپل الیکشن کا اعلان ہو گیا۔ بہت سارے بے روزگاروں کی طرح وجے کمار کے لیے بھی یہ الیکشن روزی روٹی کا عارضی سامان لے کر آیا۔ وہ ایک امیدوار سے معاملات طے کر کے دل و جان سے اس کی تشہیر میں جٹ گیا۔ کلبوں، اداروں اور گھروں کے ساتھ ساتھ وجے کو اسٹیج پر تقریر کا موقع بھی ملا۔ جس وقت جلسے کا آغاز ہوتا اور مجمع نہ ہونے کے برابر ہوتا تو وجے کو کھڑا کر دیا جاتا۔ دھیرے دھیرے فن خطابت میں وجے کے جوہر کھلنے لگے۔ مقرر عام سے جلد ہی وہ مقرر خاص بن گیا۔ پارٹی میں اس کی ڈمانڈ بڑھنے لگی۔ اپنی شعلہ بیانی اور مدلل باتوں کی وجہ سے وہ جلد ہی مشہور ہو گیا۔ اس کا دائرۂ کار وارڈ سے شہر تک ہو گیا۔ اب وہ اپنی پارٹی کا ایک جیالا ورکر اور اہم رکن بن گیا۔ الیکشن میں اس کی پارٹی کو اکثریت ملی۔ اسے پروموشن دے کر بلاک صدر بنا دیا گیا۔ عہدہ ہو تو زر اور پر نکل ہی آتے ہیں۔ وجے کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ عہدہ پاتے ہی اس نے علاقے میں ہفتہ وصولی شروع کر دی۔ کورٹ، کچہری، سرکاری، درباری معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگا۔ دولت کی دیوی مہربان ہوئی تو حسین تتلیاں بھی اس کے اردگرد منڈلانے لگیں۔ کئی ایک سے عہد و پیمان کرنے کے بعد وجے نے آشا کو اپنا جیون ساتھی بنایا۔ آشا جو حسن کا پیکر تھی، جس کی ایک مسکراہٹ سے بنجر زمینوں میں امید کا دیا روشن ہو جایا کرتا تھا تو زرخیز زمینوں میں ارمانوں کی فصلیں لہلہانے لگتی تھیں۔ قدرت نے اسے حسن صورت کے ساتھ ساتھ سلیقہ شعار اور خوش گفتار بھی بنایا تھا۔

زندگی کی گاڑی خوشی و مسرت کی پٹری پر خراماں خراماں گزر رہی تھی۔ موسم بڑا سہانا تھا۔ اس سفر میں دو ننھے مسافر کلپنا اور چھایا کی شکل میں ہم رکاب ہو چکے تھے۔ جس کی وجہ سے زندگی بہت خوشگوار اور دلکش ہو گئی تھی۔ دیکھنے والے انھیں دیکھ کر رشک کرتے۔ ان ننھی پریوں کی آمد نے وجے کو کامیابی و کامرانی کی مزید بلندیاں عطا کیں۔ اس کے باوجود دونوں کے من میں ایک کسک تھی، تشنگی کا احساس تھا جو دن بدن بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ وجے اس کا ذکر کئی مرتبہ آشا سے کر چکا تھا۔ اسے اپنے نام کو آگے بڑھانے والے وارث کی شدت سے کمی محسوس ہو رہی تھی۔

اس تقاضے کی شدت نے اس گھریلو زندگی میں کچھ پریشانیاں کھڑی کر دی تھیں تو دوسری جانب پارٹی میں اس کی مقبولیت کا گراف بلند ہوتا جا رہا تھا۔ پارٹی کی ریاستی اکائی میں بھی اس کی صلاحیتوں کے چرچے ہونے لگے اور اسے پورے ضلع کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ جس کی وجہ سے وہ شہر میں کم اور باہر زیادہ رہنے لگا تھا۔ ابتدا میں زیادہ دنوں تک آشا سے دور رہنا اس کے لیے مشکل ہوا کرتا تھا، لیکن رفتہ رفتہ اس مرض کی دوا بھی اسے مل گئی۔ اس کے بڑھتے ہوئے اسفار اور بے رخی و بے التفاتی نے آشا کو بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اسے خبر تھی کہ وجے کے اردگرد اسی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ حسین و جمیل خواتین کی ایک معتدبہ تعداد ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اس کے لیے رقیب روسیاہ کی شکل اختیار کر سکتی تھی۔ اس کا ایک ہی حل تھا کہ وہ ہمہ وقت وجے کے ساتھ رہے۔ اس نے وجے سے اس خطرے کا ذکر کیا۔ وجے کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا اور اس نے اس بات کو ہنسی میں ٹال دیا۔ آشا کو طوفان کی آمد کا احساس ہونے لگا۔ ملاح مضبوط و توانا ہو تو تمام کشتیاں اسے اپنی جانب متوجہ کرتی ہیں۔ تجربہ کار اور خوش کلام ہو تو سفر کا لطف بھی دوبالا ہو جاتا ہے۔ ڈوبنے کا خطرہ نہیں رہتا اور طوفانی موجوں سے ٹکرانے میں بھی

مزہ آتا ہے۔فاتح کی رفاقت کا احساس ہی رگ رگ کو جوش وجذبہ اور سرور وانبساط سے بھر دیتا ہے۔

وجے کے حاسدین اس کی غیر موجودگی میں آشا کو اس کے خلاف ورغلانے کا کام کیا کرتے تھے۔جس کی وجہ سے اس میں عدم تحفظ کا احساس پروان چڑھنے لگا۔زندگی کی ہچکولے کھاتی اس کشتی میں، جس میں ملاح اور مسافر ایک دوسرے سے بدظن ہو چکے تھے۔ملاح تو مشکوک تھا ہی مسافر کی طبیعت بھی ہجر طویل نے سلامت نہیں رہنے دی تھی۔عدم تحفظ کا احساس اور ملاح پر عدم اعتماد نے اس کے پائے استقامت کو لرزہ براندام کر دیا تھا۔اس نے بھی اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے کی تگ ودو شروع کر دی تھی۔زندگی کے ساز پر بجنے والا شادمانی کا نغمہ اب نوحہ خوانی میں تبدیل ہو چکا تھا۔اپنے مستقبل کے متعلق بے اطمینانی نے اس سے سکون و چین کی دولت چھین لی۔حسن گفتار رخصت ہو گیا۔ماہ تاباں کو گہن لگ گیا۔سسکیاں نقرئی قہقہوں کے قائم مقام ہو گئیں۔ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ کسی بھی وقت کوئی ہم سفر زنجیر کھینچ کر گاڑی سے اتر جائے گا۔اور یہ دلکش سفر جو بہت ہی امید اور آرزوؤں سے شروع ہوا تھا بے کیفی سے دوچار ہو جائے گا۔

اسی بے کیفی و بے اطمینانی کے عالم میں تیسرے مسافر نے اپنی آمد کی اطلاع دی۔وجے کو جب یہ نوید سنائی گئی تو اس نے اس نئے مسافر کو اپنا ہم سفر بنانے سے انکار کر دیا۔کیونکہ وہ آئندہ الیکشن میں قسمت آزمائی کرنا چاہتا تھا اور یہ تیسرا مسافر اس کے اس سیاسی سفر میں رکاوٹ بن سکتا تھا۔تو دوسری جانب یہی مسافر آشا کے لیے امید کی کرن بن کر نمودار ہو رہا تھا۔اگر یہ مسافر ملاح کا ہم زاد رہا تو دونوں کی ایک دیرینہ خواہش پوری ہو جائے گی، اس خیال نے آشا کو نئے مسافر کا متمنی بنا دیا تھا۔آشا نے اس مسافر کی اہمیت کو وجے سے تسلیم کرا کے اسے وجود بخشا۔اس نئے مسافر نے بھی اپنی ماں کے چہرے کی تاریکی کو اپنی روشن اور معصوم کرنوں سے منور کر دیا، تو دوسری جانب وجے کو ایک سنکٹ سے دوچار کر دیا۔پرکاش....تیسرا مسافر.....جو اس کی سیاسی زندگی کے لیے سم قاتل بن کر آیا۔اپنے سیاسی قائدین اور معتمدین سے مشورے کے بعد وہ مطمئن ہو گیا۔تیسرے مسافر کی آمد کی خبر کو سینسر کر دیا گیا۔

اگلے الیکشن کا بگل بج چکا تھا۔وجے بھی خم ٹھوک کر میدان میں اترا۔اپنے تجربات اور داؤ پیچ سے مخالفین کو چاروں خانے چت کر دیا۔اب وہ نگر سیوک وجے کمار سنگھ تھا۔اس کی فتح پر آشا بہت خوش تھی۔وہ اسے تیسرے مسافر کی آمد کا نیک شگون مانتی تھی۔سیاست کی بساط کے مہرے مخالف کی سات پشتوں کی خبر رکھتے ہیں تو پھر وجے کے مخالفین کیونکر بے خبر رہتے۔اگلے ہی دن انھوں نے تیسرے مسافر کی آمد کو بنیاد بنا کر وجے کو کورٹ میں کھینچا۔وجے نے بھی کچھ کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔پانچ برسوں میں اس کی چمڑی بھی موٹی ہو چکی تھی۔سیاست، عدالت، وکالت، رفاقت، رقابت، وفا اور جفا سب کچھ سکھا دیتی ہے۔اسی زعم میں وہ عدالت میں حاضر ہوا اور پرکاش کی ولدیت کے ثبوت پیش کر کے مخالفین کے دعوؤں کو غلط ثابت کر دیا، لیکن وکیل استغاثہ بھی اپنے پیشے کا ماہر تھا، اس نے ڈی۔این۔اے ٹیسٹ کا مطالبہ کر دیا اور اس پر طرہ یہ کہ جج نے اسے منظور بھی کر لیا۔وجے کو کاٹو تو خون نہیں۔ادھر آشا کی حالت بھی غیر ہوئی جا رہی تھی کہ میری ایک بے جا ضد کی وجہ سے خدمت خلق کا ایک سنہری موقع ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔آشا برت رکھ رہی ہے۔منتیں مان رہی ہے۔تو دوسری جانب وجے پراجے سے بچنے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لا کر اس بات کا عملی ثبوت دے رہا ہے کہ جنگ کی طرح سیاست میں بھی سب جائز ہے۔وجے نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ڈی۔این۔اے۔ٹیسٹ کرنے والی ٹیم سے رابطہ کیا۔ایک بڑی رقم کی پیش کش کی، مگر شاید یہاں معاملہ پہلے آؤ پہلے پاؤ کی بنیاد پر طے پا چکا تھا۔ناکام و نامراد وجے گھر لوٹا تو سارا غصہ آشا پر اتارا۔آشا ناراض ہو گئی۔خدا خدا کر کے ساعت کی تاریخ آئی۔آشا تو صبح ہی سے خوفزدہ، خاموش و خائف تھی تو دوسری جانب وجے خونخوار بنا ہوا تھا۔

عدالت کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔عوام و خواص سب کی نظر اسی مقدمہ پر تھی۔جمہوریت کے چوتھے ستون کے سب سے تیز اور فعال نمائندے بھی اس وی آئی پی کیس کی لائیو اور سنسنی خیز رپورٹنگ کے لیے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ رات ہی سے احاطہ عدالت میں خیمہ زن تھے۔

یہ عدالت کا فیصلہ نہ تھا، وجے کے لیے زندگی کا مژدہ تھا یا پھر موت کا پروانہ۔

عدالت میں رپورٹ پیش کی گئی.....اور......

وجے......

یہاں بھی......

وجے رہا۔

○○